شذرات

ہم مسلمانانِ پاکستان کو خارجی لحاظ سے آج جو خطرات درپیش ہیں، اور جس طرح حال ہی میں ہماری آزادی و سالمیت پر حملہ کیا گیا۔ اس سے قطع نظر، اس وقت ہمارا سب سے بڑا داخلی مسئلہ ہم تمام مسلمانوں کا باہم دینی اتحاد ہے۔ دینی اتحاد کی ظاہر ہے مثالی شکل تو یہ ہے کہ آج ہم جن مختلف فقہی مذاہب، مذہبی فرقوں اور مذہبی جماعتی تنظیموں میں منقسم ہیں، وہ سرے سے ختم ہو جائیں۔ اور صدرِ اسلام کی طرح ایک مسلمان صرف مسلمان کہلائے اور بس! گو مثالی اعتبار سے یہ چیز بڑی ہی اچھی ہے، لیکن آج عملاً یہ ممکن نہیں۔ قوموں اور ملتوں پر طویل تاریخ اور اس کے گوناگوں واقعات جو گہرے نقوش چھوڑ جاتے ہیں، ان کو یکسر نا پید کر دینا آسان نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ ممکن ہوتا ہے کہ ان کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔ البتہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا ہے اور قوموں اور ملتوں کو نئے حالات سے سابقہ پڑتا ہے، ماضی کے ان نقوش کی اہمیت بتدریج کم ہوتی جاتی ہے، اور ان کو اس طرح جانا پہچانا اور محسوس نہیں کیا جاتا، جیسے پہلے کیا جاتا تھا۔ یعنی ملت کے مختلف فرقوں اور گروہوں کی باہمی علیحدگی پر کم اور پوری ملت کی وحدت اور اس کے ایک ہونے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

خوش قسمتی سے پاکستان میں اب ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ ہم میں اس طرح کے دینی اتحاد کو بروئے کار لانے کے امکانات کافی روشن ہو گئے ہیں۔ کسی قوم کے خود وجود کو جب خارج سے کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے، تو اس وقت اپنے وجود کی حفاظت و بقا کے لئے فطری طور پر اس میں وہ قوتیں ابھرتی ہیں، جو اس کے مختلف اجزا کو ایک دوسرے سے قریب کرتی ہیں۔ اور اس میں حقیقی یعنی ذہنی و فکری اور اعتقادی و جذباتی وحدت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں اس قسم کی وحدت کی اولین بنیاد دینی اتحاد ہی ہو سکتی ہے۔ اور ہمیں اس وقت اس کی سب سے بڑی کوشش کرنی چاہیئے۔

اس برصغیر کی عالیہ تاریخ میں ہمارے نزدیک حضرت شاہ ولی اللہ صاحب وہ بزرگ ہیں، جنہوں نے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق اس قسم کے دینی اتحاد کی ایک فکری طرح ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ اپنے زمانے کے حالات کے مطابق، اس لئے کہ کوئی بھی صاحب فکر خواہ وہ کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو، اپنے گرد و پیش کے تاریخی اور سیاسی حالات سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔ حضرت شاہ صاحب کو بھی ان حالات کا لازماً لحاظ کرنا پڑا۔ اور ان سے نمٹنے کے سلسلے میں انہوں نے بہت کچھ کہا اور لکھا بھی۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرتے، تو ان کی حیثیت محض ایک خیال پرست مفکر کی ہوتی۔ ان کی تعلیمات میں جو حقیقت پسندی ہے، وہ ہمیں نہ ملتی۔ بے شک شاہ صاحب نے بعض اسلامی فرقوں پر تنقید بھی کی ہے، اور ان کی بے راہ رویوں کو کھلے الفاظ میں واشگاف فرمایا ہے، لیکن اگر بنظر تعمق دیکھا جائے، تو ان فرقوں کی سیاسی سرگرمیاں اس سیاسی صورت حال میں جسے شاہ صاحب مسلمانان پاک و ہند کے بقا کے لئے ضروری سمجھتے تھے، رخنہ اندازی کا موجب تھیں، اور چونکہ اس زمانے میں اس قسم کی سیاسی سرگرمیاں مذہبی فرقہ واریت کی بنیاد پر ہوتی تھیں، اس لئے شاہ صاحب کو ان فرقوں کے مخصوص مذہبی عقائد پر لکھنا پڑا۔

شاہ ولی اللہ صاحب وحدت الشہود کے خلاف عقیدہ وحدت الوجود کے قائل ہیں، اور بڑی سختی سے قائل ہیں، اگرچہ وہ اس کی ایسی تعبیر فرماتے ہیں، جو دین کے بنیادی حقائق کے مطابق ہے، لیکن اس کے باوجود ان کا اسی عقیدہ وحدت الوجود پر اصرار ہے۔ اب اگر شاہ صاحب کے اس عقیدے کے حقیقی مضمرات کو غور سے دیکھا جائے، تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے تمام اختلافی معاملات میں ان کا رجحان وحدت کی طرف ہے۔ وہ اختلافات کا جو اس دنیا میں محسوس و موجود ہیں، انکار نہیں کرتے، لیکن ان کے نزدیک یہ اختلافات اصل نہیں، یہ مختلف شئون و حالات کی پیداوار ہیں، اصل وحدت ہے۔ وحدت اپنے حقیقی معنوں میں۔ شاہ صاحب کا دوسرے بزرگوں سے مقابلہ کرتے وقت شاہ صاحب کی اس بنیادی خصوصیت کو ضرور سامنے رکھنا چاہیئے۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی عملی تطبیق میں یہی فرق ہے۔

شاہ صاحب سے صدیوں پہلے سے اور خود ان کے دور میں فقہی مسالک کے متعلق احناف و شوافع میں بڑی رد و قدح چلی آتی تھی۔ اس بارے میں شاہ صاحب کا رجحان وحدت الوجودی انہیں کس طرف لے جاتا ہے، اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:- "ملاء اعلیٰ سے میرے دل میں